ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

زاہد مجید
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
ڈاکٹر میمونہ سبحانی
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
کاشفہ بیگم
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

نظیر اکبر آبادی کی شاعری : ایک تجزیاتی مطالعہ

Zahid Majeed
PhD Scholar, Urdu, Government College University Faisalabad.
Dr.Mamuna Subhani *
Associate Professor, Department of Urdu, Govternment College University Faisalabad.
Kashfa Begum
PhD Scholar, Urdu, Government College University Faisalabad.

***Corresponding Author:** memunasubhani@gcuf.edu.pk

Nazir Akbarabadi's Poetry: An Analytical Study

ABSTRACT
Urdu literature is rich in poetry and divided into different periods. Poetry is usually about beauty and love. Nazir Akbarabadi is a famous classical poet of Urdu literature. However, commentators and most critics of the 19th century ignored Nazir's poetry and mentioned its vulgarity, technical errors, and flaws. Staying away from the atmosphere of King's poetry, instead of considering the poetic taste of a certain class in the selection of themes and their expression, he kept an eye on the understanding and taste of the common people. He best portrays his era and is the best example of

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

this kind. The detailed portraiture in our classical literature Nazir Akbarabadi made people aware of realism through his poetry.

Key Words: *Nazir akbarabadi, poetry, realistic, people, classical literature, titled*

نظیر اکبر آبادی اردو ادب میں ایک الگ مقام رکھتے ہیں لیکن تذکرہ نگاروں اور ۱۹ویں صدی کے اکثر نقّادوں نے نظیر کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی شاعری میں بازاریت، ابتذال، فنی اغلاط اور عیوب کا ذکر کیا۔ شیفتہ اسی لئے ان کو شعراء کی صف میں جگہ نہیں دینا چاہتے۔ آزاد، حالی اور شبلی نے ان کے شاعرانہ مرتبہ پر کوئی واضح رائے نہیں دی۔

> نظیر اکبر آبادی کا اصل نام ولی محمد تھا۔ والد کا نام سید محمد فاروق تھا۔ ان کا سال ولادت عموماً ۱۷۳۵ء لکھا جاتا ہے جو قیاسی۔ قطب الدین باطن (شاگرد نظیر) نے لکھا ہے کہ وہ صغیر سنی سے دلی میں آگرے آئے۔[۱]

یہ بھی روایت ہے کہ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے دوران میں ان کے والد نے دلی چھوڑی۔ نادر شاہ کے حملوں کے بعد کم لوگ دلی سے گئے تھے لیکن ابدالی کے حملے ۱۷۵۷ء سے ۱۷۶۱ء تک جاری رہے اور اسی زمانے میں دلی سے زیادہ لوگوں نے ہجرت کی۔ اگر نظیر ۱۷۵۷ء کے قریب دلی سے نکلے ہوں اور اس وقت ان کی عمر دس سال ہو تو ان کا سالِ ولادت ۱۷۴۷ء بنتا ہے۔ چونکہ نظیر نے اپنی شاعری میں دلی کا بالکل ذکر نہیں کیا اس لیے وہ اس وقت پانچ سال سے زیادہ عمر کے نہیں ہوں گے۔ ان کا سال وفات ۱۸۳۰ء ہے۔ گویا انہوں نے تقریباً اسی (۸۰) برس عمر پائی۔ مگر انہیں آگرے سے گہرا جذباتی تعلق ہے اور انہوں نے اس کے سحر آفرین مناظر کا جس ذوق و شوق سے ذکر کیا ہے اس میں جوانی کے ایام کی رنگ آمیزی دکھائی دیتی ہے۔ نظیر آگرے ہی کو اپنا وطن سمجھتے تھے اور دہلی کی طرف انہوں نے کبھی اشارہ تک نہیں کیا۔

نظیر کی تعلیم کا حال معلوم نہیں۔ البتہ ان کے کلام کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں فارسی زبان وادب پر خاصا عبور حاصل تھا۔ بعض لوگ ان کے ہاں صرفی و نحوی اغلاط یا عروضی اسقام یا بعض الفاظ کے تلفظ میں تصرفات کو ان کی عدم واقفیت پر محمول کرتے ہیں لیکن اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عوامی موضوعات اور ان کی مناسبت سے عوامی لب ولہجہ اختیار کیا۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ نظیر اپنی شاعری میں اکبر آباد کے محاورے کے پابند ہیں دہلی یا لکھنو کے نہیں، اس لیے انہیں موخر الذکر مقامات کے دستور العمل یا روز مرے سے جانچنا تاریخی اور ادبی لحاظ سے درست نہیں ہو گا۔ فارسی ادب پر نظیر کی جس دسترس کا ذکر کیا گیا ہے اس کی تائید اس

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

امر سے بھی ہوتی ہے کہ ان کا ذریعہ معاش درس و تدریس رہا۔اس لیے اگر وہ چاہتے تو خواص کی زبان میں بھی لکھ سکتے تھے لیکن وہ ان کی شاعری کے لیے نامناسب ہوتی۔

امرائے ہنود کے ساتھ طویل روابط سے نظیر کی شاعری کے موضوعات پر اثر پڑا۔دیولی،راکھی،بسنت اور ہولی پر ان کی نظمیں ان کے اپنے شوق اور ذاتی دلچسپی کے علاوہ صحبت ہنود کے اس اثر کی ترجمان بھی ہیں لیکن بعض نظمیں ایسی بھی ہیں جو ٹھیٹھ ہندو اساطیر یا معتقدات سے تعلق رکھتی ہیں جیسے جنم کنہیاجی،لہو لعب کنہیاجی،کنہیاجی کی شادی،درگاجی کے درشن،بھیڑوں کی تعریف،مہادیو کا بیان،یہ نظمیں ہندوؤں سے گہرے روابط کا نتیجہ معلوم ہوتی ہیں۔نظیر کے کلام کو ان کے عہد کے خواص میں مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔اس کے اسباب کی طرف بعض تذکرہ نگاروں نے اشارے کیے ہیں۔حالی نے لکھا ہے:

> "نظیر اکبر آبادی نے شاید میر انیس سے بھی زیادہ الفاظ استعمال کیے ہیں مگر ان کی زبان کو اہل زبان کم مانتے ہیں"(۲)

شیفتہ نے گلشن بے خار میں لکھا ہے

> "اس کے بہت سارے اشعار "سوقین" کی زبان پر جاری ہیں اور ان اشعار پر نظر رکھتے ہوئے اسے شعراء کی صف میں شمار نہ کرنا چاہیے"۔(۳)

علاوہ ازیں بہتوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ اس نے متبذل اشیاء مثلاً،آٹا،دال،روٹی وغیرہ پر نظمیں لکھی ہیں جو شاعری کے وقار کے منافی ہیں۔مگر یہ بات کسی طرح ماننے کے قابل نہیں کیونکہ ان موضوعات سے تو نظیر اکبر آبادی کی وسعتِ مشاہدہ اور انسانی ہمدردی ظاہر ہوتی ہے۔اصل بات یہ ہے کہ جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) سے قبل اردو شاعری میں ایرانی شاعری سے ماخوذ روایات پر عمل زیادہ تھا۔نظیر باقاعدہ حمایت کا آغاز ڈاکٹر فیلن نے کیا۔اس نے اپنی مشہور تصنیف ہندوستانی انگلش ڈکشنری،کے پیش لفظ میں نظیر کی شاعری کے عوامی عناصر پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور اسے اردو کا پہلا عوامی یا قومی شاعر مانا ہے۔وہ لکھتا ہے:

> "صرف یہی ایک شاعر ہے جس کی شاعری اہل فرنگ کے نصاب کے مطابق سچی ہے۔مگر ہندوستان کی لفظ پرستی اس کو سرے سے شاعر ہی تسلیم نہیں کرتی۔صرف نظیر ہی ایک ایسا شاعر ہے جس کے اشعار نے عام لوگوں کے دلوں میں راہ کی ہے۔اس کے اشعار ہر سڑک اور گلی میں پڑھے اور گائے جاتے ہیں۔وہ حقیقت میں آزاد بے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

نوا تھا۔ نظیر نے مادری زبان کے خزانوں پر اپنا سکہ بٹھا دیا ہے۔ اس نے اس خصوص میں وہ کام کیا ہے جو صرف سلاطنی اقالیم سخن مثلاً چاسر، شیکسپئر کر سکتے ہیں۔ اس نے ہندی الفاظ کو ان تمام خوشنما ترکیبوں میں ظاہر کیا ہے جس میں وہ ظاہر ہو سکتے تھے اور اپنی ذات پر جواں مردانہ انداز کے ساتھ اعتماد کر کے جو ذکاوت کا خاصہ ہے، اس نے لفظوں کو نئی ترکیبوں اور نئے معنوں میں استعمال کرنے کی جرات کی ہے "(۴)

بیسویں صدی کی تنقید میں نظیر کی خدمات کو پوری طرح سراہا گیا ہے اور اس کی شاعری کا تجزیہ معروضی انداز میں کیا گیا ہے عام طور پر جو باتیں کہی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

نظیر کا ذخیرہ الفاظ وافر اور متنوع ہے اور اگر یہاں وہ سودا اور انیس سے آگے نہیں تو کم از کم ان کے شانہ بشانہ کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں الفاظ کی توڑ موڑ ساخت اور تصرف میں کیا معاصرین اور کیا متاخرین وہ سب پر گوئے سبقت لے جاتے ہیں۔ نظیر کے حافظے کی حیرت انگیز وسعت، تنوع اور استحضار کا ثبوت ان کی "کبوتر بازی" کنکوے اور پتنگ کی تعریف (نرجلا)، بلبلوں کی لڑائی اور اس قسم کی بیسیوں نظموں میں ملتا ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے صرف ذخیر الفاظ کی وسعت اور اس کے کامیاب استعمال کی بنا پر ہی یہ نظمیں اعلیٰ مقام کی حامل نہیں بلکہ ان میں عمدہ شاعری کی متعدد صفات بھی موجود ہیں۔

ہماری شاعری کا بیشتر خمیر حسن و عشق سے ہے اور ان کا بیان نظیر کی شاعری میں ایک اہم خصوصیت ہے۔ یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی نظموں میں روایتی مضامین بہت کم ہیں۔ دوسرے ان کے احساس حسن میں تصوریت کا عنصر نہ ہونے کے برابر ہے اور اس میں جسمانیت یا ارضیت کا پہلو نمایاں ہے۔ ظاہر ہے کہ نظیر اکبر آبادی دنیا و مافیا کو جمالیاتی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ مثلاً بازارِ حسن کی طوائف کی چمک دمک، اس کا حسن و جمال اس کے خدوخال ان کے لیے بہت جاذب نظر ہیں اور وہ انہیں بہت شوق سے بیان کرتے ہیں۔ نظیر کی حمایت میں نہیں بلکہ اظہار حقیقت کے لیے یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ان دنوں جب پردے کی شدت سے پابندی تھی، متاع حسن صرف بازارِ حسن میں ہی دستیاب ہوتا تھا نظیر اس کوچے کا طواف کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا "پری سراپا" دیکھئے ان میں کوئی ماورائی عنصر نہیں۔ اس کا تعلق محض حواس خمسہ اور خصوصاً باصرہ اور سامعہ سے ہے۔ یہ نظم جو اٹھارہ بندوں پر مشتمل ہے شاعر کے احساس حسن اور قدرت اظہار کا ایک فقید المثال نمونہ ہے۔ نظیر کی شاعری کی ممتاز ترین خصوصیت، جو اسے اردو کے تمام شعرا سے ممیز کرتی ہے اپنے عہد کی بہترین

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

تصویر کشی ہے۔ ہمارے کلاسیکی ادب میں اس قسم کی تفصیلی مرقع نگاری میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اردو بیانیہ شاعری میں ایسی نظموں سے ایک نمایاں جہت کا اضافہ ہوا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

پچھلے پہر سے اٹھ کے نہانے کی دھوم ہے
شیر و شکر سویاں پکانے کی دھوم ہے
ایسی نہ شب برات نہ بقر عید کی خوشی
جتنی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی (۵)

جاتے ہیں ان میں کتنے پانی پہ صاف سوتے
کتنوں کے ہاتھ پنجرے، کتنوں کے سر پہ طوطے
سو سو طرح کا کر کر بستار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں (۶)

اسی طرح حقیقت نگاری اور مشاہدے کے چھوٹے چھوٹے نکات ملتے ہیں مثلاً "کورا برتن" میں لکھا ہے

کورے برتن ہیں کیاری گلشن کی
جس سے کھلتی ہے ہر کلی تن کی
تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی (۷)

کبھی کبھی چیزوں کو من و عن بیان کرنے کی وجہ سے نظیر کی حقیقت نگاری کے تخیل کے عنصر سے خالی ہوتی جاتی ہے۔ مگر در حقیقت اسے اس حقیقت نگاری کی انتہا سمجھنا چاہیے۔ اس کی ایک عمدہ مثال "تاج گنج کا روضہ" ہے۔ نظیر اپنے تاثرات کی بجائے عمارت کی تفصیل دینا شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ کہنا مقصود نہیں کہ تاثرات مفقود ہیں بلکہ یہ واضح کرنا ہے جزئیات نگاری اور غالب آ گئی:

ہیں بیچ میں مکاں کے وہ دو مرقدیں جو یاں
گردان کے جالی اور مُحجر ہے در فشاں
سنگین گل جو اس میں بنائے ہیں تہ نشاں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

پتی، کلی، سہاگ، رگ و رنگ ہے عیاں
جو نقش اس میں ہے وہ جواہر نگار ہے (۸)

یہ تہوار رومیوں کے سیٹرن دیوتا یا باکس سے متعلق تہواروں سے ملتا جلتا ہے اور اس تہوار سے نظیر کی لاابالی طبیعت کو استراحت اور آسودگی حاصل ہوتی ہے وہ کسی اور تقریب سے ممکن نہیں۔ (۹)

نظیر کے رنگ طبیعت کا پتہ ان کی ان نظموں کی تعداد سے ملتا ہے جو ہندو تہواروں پر مشتمل ہے۔ ان کی بسنت اور دیوالی پر دو دو نظمیں راکھی پر ایک اور ہولی پر دس نظمیں ہیں۔ نظیر کو اس تہوار کی ہنگامہ پروری، رنگ رلیوں اور عیش و عشرت کی بھرمار سے فطری تعلق ہے۔ یہ فرق نہ صرف شدتِ جذبات میں ہے بلکہ تصویر کاری اور برمحلہ بحور سے بھی واضح ہوتا ہے۔ شب برات، عیدالفطر اور عیدگاہ اکبر آباد، میں بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف و محذوف (مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن) استعمال کی گئی ہے۔ جو پرسکون بحر ہے۔ اس کے برعکس اہل ہنود کے تہواروں خصوصاً، ہولی، پر نظموں کی بحریں مترنم رقصاں اور امیجری سے بھرپور ہیں۔ مثال کے طور پر:

گاگا کی پکاریں کہیں رنگوں کی چھڑک ہے — مینا کی بھبک اور کہیں ساغر کی چھلک ہے
طبلوں کی صدائیں کہیں تالوں کی جھنک ہے — تالی کی بہاریں کہیں ٹھلیا کی کھڑک ہے
بجتا ہے کہیں دف کہیں مرچنگ کی زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر (۱۰)

انہوں نے ریچھ، بندر، گلہری وغیرہ پر بھی جو نظمیں لکھی ہیں ان سے انسان ہی نہیں حیوانات کے نشان ملتے ہیں کہ ان کے ہاں فطری مناظر، برسات، بادل وغیرہ انسانی جذبات کو ابھارنے کے کام آتے ہیں ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں:

کالی گھٹائیں آکر ہو مست تل رہی ہیں — دستاریں سرخ اس میں کیا خوب کھل رہی ہیں
رخساروں پر بہاریں ہر اک کے ڈھل رہی ہیں — شبنم کی بوندیں جیسے ہر گل پر تُل رہی ہیں
آیا رچل کے دیکھیں برسات کا تماشا (۱۱)

برسات والی نظموں کے لیے نظیر نے مواد مشاہدے سے حاصل کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہندی شاعری، خصوصاً برج بھاشا کی ان روایات کو بھی اپنایا ہے جو عرصہ دراز سے موسم برسات سے مخصوص ہیں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

شاعری جس طرح اپنا مواد زندگی سے حاصل کرتی ہے اسی طرح وہ ادب اور ادبی روایات سے بھی استفادہ کرتی ہے۔ نظیر نے انہی روایات کو اپنی شاعری میں سمو کر برسات کے مضامین میں گیرائی اور وسعت پیدا کی ہے:

جب کوئل اپنی ان کو آواز ہے سناتی　　سنتے ہیں غم کے مارے چھاتی ہے اُمڈی آتی
پی پی کی دھن کو سن کر بے کل ہیں کہتی جاتی　　مت بول اے پپیہے پھٹتی ہے میری چھاتی
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں (۱۲)

نظیر کے عوامی شاعر ہونے کی تائید میں ان کی نظم "آدمی نامہ" پیش کی جاتی ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ نظیر مساوات کے علم بردار تھے اور ان کی نظر میں وہ تمام امتیازات جو اخلاقی اقدار، زر و دولت، عہدہ اور خاندان سے قائم کیے جاتے ہیں محض سطحی ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو اس نظم سے یہ معنی نہیں نکلتے۔ نظیر کا مقصد یہ بتانا نہیں کہ سب انسان برابر ہیں بلکہ وہ زندگی کی بوقلمونی اور مدارجِ حیات کو واضح کرتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ حیاتِ انسانی ایک وحدت ہونے کے باجود اس قدر متنوع ہے اس میں اس قدر بلندی اور پستی ہے مثلاً

دنیا میں بادشہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی　　اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی　　نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی (۱۳)

نظیر کی شعوری زندگی کم و بیش ستر سال پر محیط ہے ظاہر ہے کہ ان کی شاعری کا رنگ یکساں نہیں ہو سکتا۔ وہ کلام جس کا اوپر جائزہ لیا گیا ہے اور جو در حقیقت ان کی شاعری کی جان اور اس کی شہرت اور بقا کا ضامن ہے عالمِ شباب کا کلام ہے ایک اور حصہ ان نظموں پر مشتمل ہے جو ادھیڑ عمر یا بڑھاپے میں کہی گئیں۔ یہ نظمیں اخلاقی مضامین پر مشتمل ہیں یا دنیا کی بے ثباتی، عیش و عشرت کی ناپائیداری، موت کا ناگزیر ہونا اور ایسے ہی دیگر موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ نظیر کو بقائے دوام، ایام جوانی میں کہی ہوئی نظموں کی بدولت حاصل ہوئی۔ اخلاقی نظموں کی وجہ سے نہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی۔ نظیر اکبر آبادی، ان کا عہد اور شاعری، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۷ء، ص ۲۹/ ۳۰

۲۔ PN Chopra Society and Culture in Mughal Ages, Page 62

۳۔ محمد عمر، ڈاکٹر، اٹھارہویں صدی میں ہندوستانی معاشرت، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۷۳ء، ص: ۶۷۴

۴۔ میر تقی میر، ذکرِ میر، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۲۸ء، ص: ۴۱-۴۹

۵۔ نثار احمد فاروقی، میر کی آپ بیتی، ۲۰۱۶ء، ص: ۳۷

۶۔ طفیل احمد منگلوی، سید، مسلمانوں کا روشن مستقبل، دہلی: کتب خانہ عزیزیہ، 1945ء، ص: ۳۶-۳۷

۷۔ عبدالباری آسی، مولانا، کلیاتِ نظیر، لکھنؤ، بارہواں ایڈیشن، ۱۹۸۲ء، ص ۱۱۰

۸۔ ایضاً، ص: ۱۱۰

۹۔ ایضاً، ص: ۴۴۴

۱۰۔ ایضاً، ص: ۴۴۵

۱۱۔ ایضاً، ص: ۴۲۴

۱۲۔ ایضاً، ص: ۴۲۴